السماع والرقص

اُردو ترجمہ مسمّٰی بہ

گانا بجانا سننا اور قوالی

اسلام کی نظر میں

تالیف
شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ

مترجم
مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی رحمہ اللہ

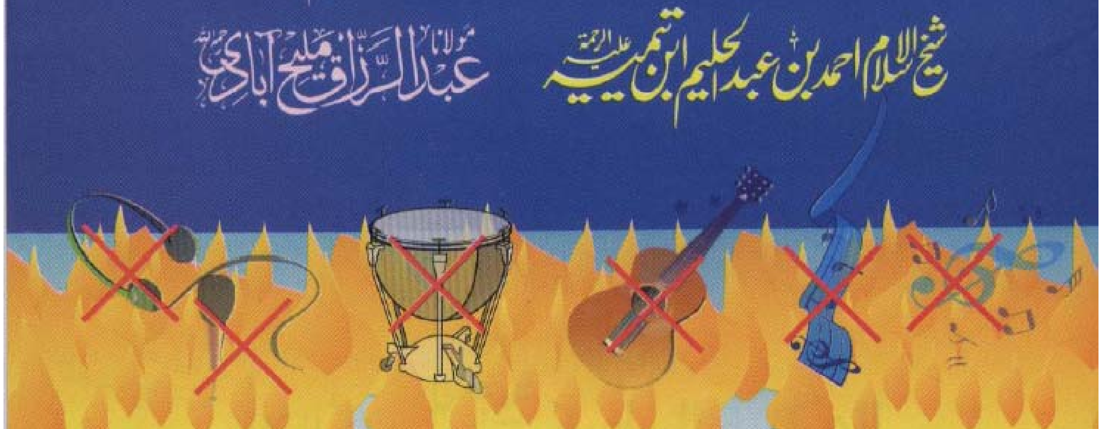

المکتبۃ السلفیۃ

السَّمَاعُ وَالرَّقَّصُ

اردو ترجمہ مسمّی بہ

قوالی

تالیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ

ترجمہ

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ

ناشر

المكتبة السلفية

نام کتاب : **قوالی**

مولف : شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

مترجم : عبدالرزاق ملیح آبادی

صفحات : ۴۸

ناشر : مکتبۃ الدعوۃ السلفیۃ

ASLIAHLESUNNET

:: www.AsliAhleSunnet.com ::

فہرست

استفتاء	۵
سماع ورقص	۵
الجواب	۵
سماع کی قسمیں	۵
صحابہ کا سماع قرآن مجید تھا	۱۰
مشرکین کا سماع، تالیاں، سیٹیاں بجانا	۱۳
اتباع رسولؐ سے کوئی صوفی مستثنیٰ نہیں	۱۵
نابالغ لڑکیوں کو گیت کی اجازت ہے	۱۶
عمداً راگ سننے اور بلاقصد کان میں آواز پڑ جانے کا حکم	۱۷
راگ سے اللہ کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی	۱۸
قوالی کا رواج کس زمانہ میں ہوا؟	۱۹
امام شافعیؒ کا فتویٰ	۱۹
یزید بن ہارون کا فتویٰ	۱۹
امام احمد بن حنبلؒ کا فتویٰ	۲۰
ابراہیم بن ادہمؒ اور شیخ جیلانیؒ وغیرہ کا فتویٰ	۲۰
اہل سماع اور کواکب پرستوں میں اتحاد	۲۱
حاملین قرآن اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ میں اتحاد	۲۱
قوالوں کے ساتھ شیطان کس طرح کھیلتا ہے	۲۳

شعبدات کاظہور قبولیت کی دلیل نہیں	۲۴
فصل (۱)	۲۵
پہلا قاعدہ	۲۵
دوسرا قاعدہ	۲۶
تیسرا قاعدہ	۲۶
فصل (۲)	۲۸
چند اولیاء کرام کے ملفوظات	۲۹
ابو سلیمان دارانیؒ	۲۹
جنید بغدادیؒ	۲۹
سہل بن عبداللہ تستریؒ	۲۹
ابو عثمان نیشا پوریؒ	۳۰
ابوفرج بن جوزیؒ	۳۰
فصل (۳)	۳۰
امام ابوحنیفہؒ	۳۰
فصل (۴) حرمت رقص کے بارے میں	۳۲
حامیان سماع کے بعض دلائل اوران کی فرداً فرداً تردید	۳۴
آپ نے یہ شعر سن کر شاعر کے حق میں دعا دی	۳۵
فصل (۵)	۳۹
فصل (۶) عقائد واعمال میں معیار صحت	۴۱
فصل (۷)	۴۲
فصل (۸)	۴۶
فصل (۹)	۴۶
بعض اہل سماع کا دعویٰ اللہ سے ہم کلام ہونے کا	۴۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سماع ورقص

استفتاء

سماع ورقص

بحر العلوم، شیخ الاسلام، امام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہؒ سے سوال کیا گیا کہ صالحین کا سماع کون سا ہے؟ کیا طبلہ و سارنگی پر گانا سننا، قرب الٰہی کا موجب ہے؟ کیا یہ کوئی اللہ کی اطاعت کا ذریعہ ہے؟ اگر نہیں تو کیا وہ حرام ہے؟ اگر نہ اطاعت ہے نہ حرام تو کیا وہ مباح و جائز ہے؟

الجواب

شیخ الاسلامؒ نے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِیۡکَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ ٥

اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ سماع میں فرق و امتیاز کیا جائے

سماع کی قسمیں

سماع کی تمام قسمیں یکساں نہیں ایک وہ سماع ہے جس سے دین میں نفع ہوتا ہے۔ ایک سماع وہ ہے جو رفع تکلیف اور حرج کے لئے مباح ہے۔ ایک سماع قرب الٰہی چاہنے والوں کو ہوتا ہے ایک سماع لہو و لعب پسند کرنے والوں کا ہوتا ہے۔

جس سماع کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مشروع و مقرر کیا ہے اور جس کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و سلف امت جمع ہوتے اور اس سے قلب کی پاکیزگی اور نفس کی

طہارت حاصل کرتے تھے تو وہ سماع آیات الٰہی یعنی قرآن مجید کا سماع ہے یہی سماع نبیوں مومنوں اور اہل علم و معرفت کا سماع ہے چنانچہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد ان کی صفت یوں بیان فرمائی ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْرَآئِیْلَ وَمِمَّنْ ہَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا (مریم: ۵۸)	وہ لوگ جن پر اللہ نے احسان کیا انبیاء میں سے اولاد آدم سے اور جن کو ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ اور اسرائیل کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب کر لیا جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتیں ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں روتے ہوئے۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (الانفال: ۲)	مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْہِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۙ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُہُمْ خُشُوْعًا ۙ (بنی اسرائیل: ۱۰۹)	جن لوگوں کو اس سے پہلے علم ملا ہے جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو منہ کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو جانے والا ہے وہ منہ کے بل گر پڑتے ہیں روتے ہیں اور خشوع ان میں زیادہ ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۝ — جب وہ اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوئی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ حق کو جانتے ہیں۔

(المائدہ : ۲۰۴)

اسی سماع کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:۔۔۔۔۔

وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ — جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(المائد: ۲۰۴)

اور ایسے ہی سماع سے شغف رکھنے والوں کی تعریف کی ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۝ — میرے ان بندوں کو بشارت دیدے جو بات سنتے ہیں اور اس کے سب سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک دوسری آیت میں ہے:۔۔۔۔۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا (محمد : ۲۴) — کیا وہ قرآن پر غور ہی نہیں کرتے یا دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔

پس جس چیز میں غور و تدبر کا حکم دیا گیا ہے اسی چیز کے سننے کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ (ص: ۲۹) — کتاب جسے ہم نے تجھ پر نازل کیا ہے وہ مبارک ہے تا کہ وہ اس آیتوں پر غور کریں۔

چونکہ یہی سماع مشروع ہے اور اس سے شغف رکھنے والے ممدوح ہیں اس لئے ان لوگوں کی اللہ نے مذمت کی ہے جو اس سماع سے اعراض کرتے ہیں' فرمایا:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا کَاَنَّ فِیْ اُذُنَیْہِ وَقْرًا (لقمان : ۷)

اور جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے کان بہرے ہیں۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ (حم السجدہ: ۲۶)

کفار نے کہا اس قرآن کو مت سنو بلکہ شور مچاؤ شاید اس طرح تم غالب آ جاؤ۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ○ (الفرقان: ۳۰)

اور رسول نے کہا اے رب میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

فَمَا لَھُمْ عَنِ التَّذْکِرَۃِ مُعْرِضِیْنَ کَاَنَّھُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَۃٍ (مدثر: ۴۹،۵۱)

اب ان لوگوں کو کیا بلا مار گئی ہے کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر کی صورت سے بدک کر بھاگتے ہیں۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ ○ (فصلت : ۵)

وہ کہنے لگے تمہاری دعوت کی طرف سے دل اوٹ میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (بنی اسرئیل: ۴۵، ۴۶)

جب تو قرآن شریف پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے مابین پردہ کر دیتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر اوٹ کر دیے ہیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیے ہیں تاکہ اسے نہ سمجھیں۔

یہی وہ سماع ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ان کی نمازوں اور خطبوں میں مشروع و مقرر کیا ہے جیسے فجر کی نماز اور مغرب وعشاء کی نمازیں اسی سماع کے شوق میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جمع ہوتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری سے اکثر فرمایا کرتے تھے ہمیں پروردگار کو یاد دلاؤ چنانچہ وہ تلاوت شروع کرتے تھے اور تمام حاضرین سے سنا کرتے تھے۔

یہی وہ سماع ہے جس لئے نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ان سے اس کی فرمائش بھی کرتے تھے چنانچہ صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا مجھے قرآن سناؤ انہوں نے عرض کیا آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن آپ ہی پر اترا ہے؟ فرمایا میں دوسروں کی زبان سے سننا پسند کرتا ہوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے سورہ نساء شروع کر دی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا (النساء)

''اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر لائیں گے''۔

تو آپ نے فرمایا بس کرو میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی (حدیث کے الفاظ یہ ہیں)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِقْرَءْ عَلَيَّ قَالَ قُلْتُ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ

اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِىْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى وَصَلْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا الْاٰيَةِ قَالَ حَسْبُكَ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

صحابہ کا سماع قرآن مجید تھا یہی وہ سماع ہے جسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سنتے تھے جیسا کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ	بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ہے
فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا	کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ	ہے جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (ال عمران: ۱۶۲)	انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکم سکھاتا ہے۔

اس آیت میں حکمت سے مراد سنت ہے اور فرمایا:

اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ	اے رسول! کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ
الْبَلْدَةِ الَّتِىْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىْءٍ	اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جو
وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ	ہر چیز کا مالک ہے اور حکم دیا کہ مسلمین میں
وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدٰى	سے ہوں اور قرآن کی تلاوت کروں پس جو
فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ	کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے اپنے لئے کرتا
فَقُلْ اِنَّمَا اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○	ہے اور جو گمراہ ہو جاتا ہے تو اے رسول کہہ
(النمل: ۹۱.۹۲)	دو کہ میں تو صرف ڈرا دینے والا ہوں۔

یہی حال دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تھا' فرمایا:

يَا بَنِىْ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ	اے بنی! آدم جب میرے رسول تمہارے
مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَمَنِ	پاس آئیں گے اور تم پر میری آیتیں پڑھیں
اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ	گے تو جو کوئی پرہیز گاری اور نیکی اختیار
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاعراف)	کرے گا اس پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوگا۔

اسی طرح قیامت کے دن بندوں سے سوال کیا جائے گا کہ:

يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ○ (الانعام: ۱۳۰)	اے جن وانس! کیا تمہیں رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے انہوں نے میری آیتیں سنائی تھیں اور آج کے دن سے تمہیں ڈرایا تھا وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنے نفسوں پر گواہی دیتے ہیں دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال دیا تھا۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَاءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى.... الخ (الزمر: ۹۱،۹۲)	کافر جوق در جوق دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے جب وہ وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور ان سے اس کے نگہبان کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیتیں تم پر تلاوت کرتے تھے اور آج کے دن سے تمہیں ڈراتے تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں بیشک۔۔۔ الخ

اور اسی سماع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو کوئی اس سے شغف رکھے گا ہدایت اور فلاح پائے گا اور جو کوئی اس سے بیزار ہوگا گمراہ اور بدبخت ہو جائے گا' فرمایا:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى.. الخ (طٰہٰ:۱۲۴)	جب میرے ہدایت تم کو پہنچے تو جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی وہ گمراہ نہ ہوگا نہ بدبختی میں پڑے گا اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی گذران تنگ ہو گی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

اورفرمایا:۔۔۔۔۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (الزخرف:۳٦) جوکوئی رحمٰن کے ذکر سے کورچشم بن جائے گا ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیں گےاوروہ اس کے ساتھ رہے گا۔

ذکرالٰہی سے مراد کبھی بندے کا اپنے رب کو یاد کرنا ہوتا ہے اور کبھی اس سے مراد خود وہ ذکر ہوتا ہے جو خدا نے نازل کیا ہے یعنی قرآن میں فرمایا:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنَاهُ ٥ (الانبیاء:۵۰) یہ ذکر مبارک ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

اورفرمایا:۔۔۔۔۔

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ (الاعراف: ٦٩) کیا تم اس بات پر متعجب ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ذکر آیا ہے اور تم ہی میں سے ایک شخص پر نازل ہوا ہے تاکہ تمہیں ڈرائے۔

اورکفار کا قول نقل کیا ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (الحجر:٦) اے وہ جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے تو بیشک مجنون ہے۔

اورفرمایا:۔۔۔۔۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ (الانبیاء:۲) جب رب کی طرف سے کوئی نیا ذکر ان کے پاس آتا ہے تو اسے اس حال میں سنتے ہیں کہ کھیلتے ہوتے ہیں۔

اورفرمایا:۔۔۔۔۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ٥ (الزخرف:۴۴) یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے۔

اورفرمایا:۔۔۔۔۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ○ (ص:۸۷) وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام جہانوں کے لئے ذکر ہے۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّقُرۡاٰنٌ مُّبِيۡنٌ ○ (یسن: ۶۹) ہم نے اس کو شعر و شاعری نہیں سکھائی یہ اس کے لئے سزاوار بھی نہیں ہے، وہ تو صرف ذکر ہے اور قرآن مبین ہے۔

اس سماع کے ایمانی آثار، قدسی معارف، اور پاک احوال اتنے بے شمار ہیں کہ یہاں ان کا بیان مشکل ہے صرف روحانی آثار ہی نہیں جسم پر بھی اس کے مستحسن آثار نمایاں ہوتے ہیں قلب میں خشوع پیدا ہوتا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں بدن میں لرزہ پڑ جاتا ہے اس سب کا بیان قرآن میں موجود ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ تمام علامات ظاہر ہوا کرتی تھیں پھر ان کے بعد تابعین میں تین مزید اضطرابی آثار ظاہر ہوئے بہت سے لوگ قرآن سن کر چلا اٹھتے تھے بہت سے بے ہوش ہو جاتے تھے بعض مر بھی جاتے تھے، غرض کہ یہی سماع ایمان کی اصل الاصول ہے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام مخلوق کے لئے مبعوث کیا ہے تا کہ سب کو ان کے اللہ کا پیغام سنا دیں، جو کوئی رسول کے پیغام کو سنتا ہے اس پر ایمان لاتا ہے اس کی پیروی کرتا ہے ہدایت حاصل کرتا ہے اور کامیابی سے شاد کام ہوتا ہے لیکن جو کوئی اس سے اعراض کرتا ہے، گمراہ اور بد بخت ہو جاتا ہے۔

مشرکین کا سماع، تالیاں سیٹیاں بجانا

برخلاف اس کے تالیوں اور سیٹیوں اور ہاھو کا سماع ہے، یہ سماع مومنین کا نہیں، مشرکین کا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے کہ:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمۡ عِنۡدَ الۡبَيۡتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصۡدِيَةً (الانفال: ۳۵) بیت اللہ کے پاس ان کی نماز صرف یہ تھی کہ سیٹی اور تالیاں بجاتے تھے۔

اس میں اللہ نے بتایا ہے کہ مشرکین تالیوں کی آواز اور سیٹیوں کی آواز میں ثواب اور اللہ کی خوشنودی کا یقین کرتے تھے، اس قسم کے سماع کے لئے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب

کبھی جمع نہیں ہوئے بلکہ کبھی بھی ان میں شرکت نہیں کی جو کوئی مدعی ہے کہ آپ نے ایسی کسی مجلس میں کبھی شرکت کی وہ باتفاق جملہ محدثین واہل علم آپ پر تہمت باندھتا ہے۔

محمد بن طاہر مقدسی نے سماع کے بارے میں ایک حدیث روایت کی ہے اور یہی حدیث ان کے طریقے سے شیخ ابوحفص عمر سہروردی مصنف عوارف المعارف نے نقل کی ہے اس میں بیان کیا گیا ہے ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کو یہ شعر سنائے:

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهوىٰ كَبِدِیْ فَلاَ طَبِيْبَ لَهَا وَلاَ رَاقِیْ

"عشق کے سانپ نے میرے جگر کو کاٹ لیا ہے۔ اب اس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے نہ معالج"

اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِیْ شَغَفْتُ بِهِ فَعِنْدَهُ رُقْيَتِیْ وَتِرْيَاقِیْ

"اگر کوئی ہے تو وہ صرف محبوب ہے جس پر میں فریفتہ ہوں اور اسی کے پاس میرے درد کی دوا ہے"۔

نبی پاک ﷺ پر یہ سن کر وجد طاری ہو گیا حتیٰ کہ چادر شانوں سے گر پڑی اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' آپ کا کھیل کیا ہی خوب ہے آپ نے جواب دیا معاویہ رضی اللہ عنہ یہ نہ کہو وہ نفس کریم ہی نہیں جو حبیب کے ذکر پر وجد میں نہ آ جائے۔

لیکن یہ حدیث از سرتا پا جھوٹی ہے تمام اہل علم نے اس کے موضوع اور باطل ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

ایک اور حدیث بھی روایت کی جاتی ہے جس کا کذب و بطلان پہلی حدیث سے بھی زیادہ ظاہر ہے اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے فقراء کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ جنت میں دولت مندوں سے پہلے داخل ہوں گے تو وجد میں آ گئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے' پھر جبریل علیہ السلام آسمان سے نازل ہوئے اور کہنے لگے' اے محمد ﷺ تمہارا رب ان چیتھڑوں میں سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے! چنانچہ جبریل ایک چیتھڑا آسمان پر لے گئے اور وہ عرش میں لٹکا دیا گیا۔

اس قسم کی روایتیں وہی لوگ روایت کرتے ہیں جو نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین اور سلف امت کے حال سے سراسر جاہل ہیں یہ روایت اس جعلی حدیث کے مشابہ ہے

جس میں کہا گیا ہے کہ اصحاب صفہ نے جن حنین میں مسلمانوں کی شکست پر کفار کی طرف سے لڑائی کی تھی اور جب ان پر اعتراض کیا گیا تو کہنے لگے' ہم اسی کے ساتھ ہیں جس کے ساتھ اللہ ہے۔

یا جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ معراج کی صبح کو اصحاب صفہ ایک ایسی بات کا چرچا کر رہے تھے جسے مخفی رکھنے کا اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو اس بات پر بہت تعجب ہوا اور آپ نے ان سے پوچھا یہ حال تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا' (ہمیں خود اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے) تب آپ نے اللہ سے عرض کیا کہ

''اے پروردگار کیا تو نے مجھے یہ بات چھپانے کا حکم نہیں دیا تھا؟ اللہ نے جواب دیا ہاں میں نے تجھے اس کے چھپانے کا حکم دیا تھا مگر ان لوگوں کو میں نے اس سے آگاہ کر دیا''۔

اتباع رسول سے کوئی صوفی مستثنیٰ نہیں

اس قسم کی باطل حدیثیں وہ لوگ روایت کرتے ہیں جو اسلام کے مدعی ہیں مگر اسلام سے سراسر جاہل ہیں' پھر ان غلط بنیادوں پر نفاق اور بدعت کی عمارتیں کھڑی کرتے ہیں بلکہ کبھی تو سرے سے رسول اللہ ﷺ کے واسطہ ہی کو درمیان سے نکال ڈالتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تک پہونچنے کے لئے رسول ﷺ کے طریقہ کی پیروی بالکل غیر ضروری ہے۔

ان کا یہ کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی زیادہ بڑا ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ تو صرف ایک رسول ﷺ کے واسطہ کے منکر ہیں مگر یہ نام نہاد مسلمان سرے سے تمام رسولوں کے واسطہ سے انکار کرتے ہیں' یہود و نصاریٰ بھی اس بات کے قائل تھے کہ نبی ﷺ امیوں اور ان پڑھوں کے لئے رسول ﷺ ہیں وہ آپ کو اہل کتاب کے لئے رسول ﷺ تسلیم نہیں کرتے تھے مگر یہ مسلمان' خود مسلمانوں کو بھی آپ کی رسالت سے خارج کر دیتے ہیں۔

بسا اوقات دعویٰ کرتے ہیں کہ خواص کو آپ کی شریعت کی ضرورت نہیں صرف عوام آپ کے مخاطب ہیں اہل کتاب نے اپنے آپ کو رسول ﷺ سے مستغنی سمجھا تو ان کے پاس کم از کم کتاب تو تھی اور ان لوگوں کے پاس کیا ہے؟ آپ کی رسالت سے مستغنی بن جانے

کے بعد ان کے پاس اوہام ووساوس کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا' صرف ظنون ہوتے ہیں جو شیطان نے ان پر القا کر دیے ہیں' لیکن اس پر بھی وہ اپنے آپ کو بہت مقرب اولیاء اللہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے اشد شدید دشمن ہوتے ہیں۔

کبھی یہ لوگ اپنی ان خود ساختہ باطل روایتوں کو مخالف اسلام حمائت کے لئے حجت قرار دیتے اور دعوے کرتے ہیں کہ یہ خواص کے اسرار رموز ہیں ٹھیک اس طرح جس طرح ملاحدہ قرامطہ اور باطنی مذہب رکھنے والے کرتے ہیں اور کبھی ان روایتوں سے ثابت کرتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض جائز اور ان کی من گھڑت بدعتوں کی پیروی ضروری ہے جنہوں نے دین کو لہو ولعب بنا ڈالا ہے۔

غرض کہ دین اسلام سے لازمی طور پر ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے امت کے صلحاء وعباد زہاد کو کبھی اجازت نہیں دی کہ تالیوں کو چوٹ اور طبلہ کی تھاپ پر گانا سنیں نیز کسی کے لئے بھی روا قرار نہیں دیا نہ عوام کے لئے نہ خاص کے لئے کہ ظاہر میں یا باطن میں آپ کی اتباع سے اعراض اور آپ کی لائی ہوئی کتاب وحکمت کی پیروی ترک کرے۔

نابالغ لڑکیوں کو گیت کی اجازت ہے

ہاں آپ نے شادی وغیرہ میں عورتوں کو دف بجانے کی اجازت دی ہے رہے مرد تو آپ کے زمانہ میں کوئی مرد بھی نہ ڈھول بجاتا تھا نہ تالیاں بجاتا تھا بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا' تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے اور تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) مردوں کے لئے ہے (یعنی امام اگر بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اسے تعداد رکعت سے خبردار کریں اور عورتیں نرم تالی بجا کر) بلکہ آپ نے مردوں سے تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں کو اور عورتوں سے تشبہ رکھنے والوں مردوں پر لعنت کی ہے' اور چونکہ گانا بجانا عورتوں کا فعل ہے اس لئے سلف صالح اس فعل کے مرتکب افراد کو مخنث کہا کرتے تھے' ان کے کلام میں یہ تعبیر بہت مشہور ہے۔

اسی باب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ عید کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ دو انصاری لڑکیاں وہ گیت

گا رہی ہیں جن میں جنگ بعاث کے معرکوں کا ذکر ہے رسول اللہ ﷺ گھر میں موجود تھے' لڑکیوں کی طرف پیٹھ تھی اور دیوار کی طرف منہ تھا' حضرت ابوبکر صدیق لڑکیوں کی شوخی دیکھ کر خفا ہو گئے اور ڈانٹ کر کہنے لگے! (رسول اللہ کا گھر شیطان کی یہ آواز) نبی ﷺ نے فوراً انہیں منع کیا ابوبکر! رہنے بھی دو' ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہم مسلمانوں کی عید ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس قسم کے سماع کے عادی نہ تھے' اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے شیطان کی آواز قرار دیا ہے نبی ﷺ نے لڑکیوں کو ان کے حال پر اس لئے رہنے دیا تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور بچوں کو ایسے موقعوں پر کھیلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے' جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا (تا کہ مشرکین جان لیں کہ ہمارے دین میں آسانی ہے) اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ہم سن لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔

عمداً راگ سننے اور بلا قصد کان میں آواز پڑ جانے کا حکم

اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ نبی ﷺ بالقصد لڑکیوں کا گانا سن رہے تھے' امر و نہی کا تعلق قصد و ارادہ کے ساتھ گانا سننے سے ہے نہ کہ مجرد سن لینے سے' اسی طرح نظر کا معاملہ ہے بے اختیار نظر پڑ جانے میں کوئی حرج نہیں' لیکن قصد و ارادہ کے ساتھ نظر بد ممنوع ہے' اسی طرح احرام کی حالت میں حاجی کے لئے خوشبو سونگھنا روا نہیں لیکن بغیر قصد و ارادہ کے اگر اسے خوشبو محسوس ہو جائے تو کوئی مواخذہ نہیں۔

یہی تشریح اس حدیث کی بھی کی گئی ہے' جو سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے راستے میں کسی چرواہے کی بانسری کی آواز سنائی دی نبی ﷺ نے فوراً وہ راستہ چھوڑ دیا' اور دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آواز منقطع ہو گئی اس حدیث سے بعض لوگ جواز سماع پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کان بند کر لینے کا حکم نہیں دیا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قصد و ارادہ کے ساتھ بانسری نہیں سن رہے تھے کہ انہیں منع کیا جاتا' ایک آواز بلند تھی اور بے اختیار سنائی دیتی تھی اور اس میں کوئی گناہ نہیں کہ آدمی

بے اختیار کوئی آواز سن لے' نبی ﷺ راستے سے اس لئے کٹ گئے تھے کہ یہی افضل واکمل تھا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ راستے میں کچھ لوگ حرام گفتگو کر رہے ہوں' متقی راہ گیر اپنے کان بند کرے تو بہتر ہے' لیکن اگر ایسا نہ کرے تو بھی گنہگار نہ ہوگا' بشرطیکہ بالارادہ ان کی گفتگو نہ سنے اور اس گفتگو سے کوئی ایسی دینی مضرت پیدا نہ ہوتی ہو جس کا کسی حال میں بھی سننا روا نہیں۔

راگ سے اللہ کی محبت پیدا نہیں ہوسکتی

مسئلہ سماع میں بہت سے متاخرین نے بحث کی ہے کہ وہ ممنوع ہے یا مکروہ ہے یا مباح ہے؟ لیکن ان میں سے اکثر کی غرض قیل وقال سے یہ نہیں ہے کہ رفع حرج وتکلیف کیا جائے یعنی گانا سننے کی اباحت ثابت کی جائے بلکہ ان کی غرض بالکل جدا ہے وہ کہتے ہیں کہ گانے بجانے کو عبادت وتقرب الی اللہ کا ذریعہ ثابت کریں' طبلہ ورباب پر غزلیں گائی جائیں محبوب کے محاسن بیان کئے جائیں' وصل کا شوق پیدا کیا جائے فراق پر نوحہ وماتم کیا جائے ان کے خیال میں اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ بندہ کا اس طرح اس سے اتصال پیدا ہوتا ہے۔ اس کی رحمت نازل ہوتی ہے' اہل ایمان کے وجد میں ترقی ہوتی ہے اہل معرفت کے کیفیات قلبی مجلا ہوجاتے ہیں' بلکہ بعضوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ چیز خواص کے لئے قرآن کے سماع سے بھی زیادہ افضل ہے ان کا دعوی ہے کہ اس سماع میں قلب وروح کے لئے تسکین وغذا ہے یہ سماع نفس کو اللہ کی طرف مائل کرتا اور اس کی محبت سے سرشار کر دیتا ہے۔

راگ کے عادی صوفیوں کو قرآن مجید کی سماع سے لذت حاصل نہیں ہوتی' یہی باعث ہے کہ جو لوگ اس سماع کے عادی ہوجاتے ہیں' قرآن سے انہیں شغف باقی نہیں رہتا' تلاوت میں کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا' آیات الٰہی کی ترتیل ان میں وہ گرمی پیدا نہیں کرتی' جو غزلیں سننے سے پیدا ہوجاتی ہے' چنانچہ وہ قرآن اس حال میں سنتے ہیں کہ دماغ کہیں ہوتا ہے دل کہیں اور ہوتا ہے زبان لغو میں مشغول ہوتی ہے لیکن جونہی تال وسر کی آواز کان میں پڑ جاتی ہے' زبان رک جاتی ہے' جسم پر سکون طاری ہوجاتا ہے' خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے سننے اور اس پر وجد کرنے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

جو کوئی اس قسم کے سماع کے جواز و عدم جواز پر بحث کرتا ہے اور اسے گانے پر قیاس کرتا ہے جو عید وغیرہ خوشی کے موقعوں پر عورتیں گایا کرتی تھیں' تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب کرتا ہے' دراصل وہ اہل فلاح اور اہل خسران کے راستوں میں سرے سے فرق و امتیاز ہی نہیں کر سکا ہے' کہاں یہ گانا اور کہاں وہ صدر اول میں عورتوں کا عید وغیرہ میں سادہ گانا؟

پھر جو کوئی اس سماع میں اس حقیقت سے بحث کرتا ہے کہ وہ دین کا ایک جزو ہے' یا متقین و مقربین کا سماع ہے اہل یقین کے اعمال میں سے سالکوں کا راستہ ہے تو اس کی گمراہی اور بھی زیادہ سخت ہے ایسے شخص کی مثال بالکل اس آدمی کی ہے جو علم کلام کے محمود یا مذموم ہونے کی بحث میں نفس کلام پر گفتگو کرتا ہے' اسے اسم فعل حرف تقسیم کرتا ہے' یا خاموشی کی فضیلت ثابت کر کے علم کلام کی مذمت کرتا ہے' یا گفتگو کے جائز و مباح ہونے سے علم کلام کی تائید کرتا ہے' حالانکہ ظاہر ہے' یہ بحثیں اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ سراسر جدل و مناظرہ کی پیداوار ہیں۔

قوالی کا رواج کس زمانہ میں ہوا؟

اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب' عراق' خراسان' کہیں بھی اہل صلاح و تقویٰ اس قسم کے سماع کو پسند نہیں کرتے تھے' تالیوں' ڈول' بانسری' یا رباب پر ہرگز کوئی گانا نہیں سنتا تھا بلکہ اس عہد میں یہ چیز سرے سے مشہور ہی نہ تھی' دوسری صدی ہجری کے اواخر میں یہ ظاہر ہوئی' اور جب ظاہر ہوئی تو نہ ائمہ دین نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

امام شافعیؒ کا فتویٰ

چنانچہ امام شافعیؒ نے فرمایا' میں بغداد میں ایک ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے یعنی گانا بجانا' اس کے ذریعہ سے انہوں نے لوگوں سے قرآن چھڑا دیا ہے۔

یزید بن ہارون کا فتویٰ

یزید بن ہارون کا قول ہے' یہ گانا بجانا' فاسقوں کا عمل ہے' اسلام میں کبھی نہ تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ کا فتویٰ

امام احمدؒ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا "اکرھہ" یعنی میں اسے ناپسند کرتا ہوں، پوچھا گیا "اَتَجْلِسُ مَعَهُمْ" یعنی آپ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ سکتے ہیں؟ فرمایا "نہیں"۔

ابراہیم بن ادہمؒ اور شیخ جیلانیؒ وغیرہ کا فتویٰ

یہی حال ائمہ دین کا تھا سب نے مکروہ و ناپسند بتایا ہے، اکابر صالحین کا بھی یہی طریقہ تھا انہوں نے کبھی ایسے سماع میں شرکت نہیں کی، چنانچہ ابراہیم بن ادہمؒ، فضیل بن عیاضؒ، معروف کرخیؒ، ابوسلیمان درانیؒ، ابن ابی حواریؒ، سری سقطیؒ وغیرہم میں سے کبھی کسی نے بھی اس میں شرکت نہیں کی، بعض اخیار سے ثابت ہے کہ وہ ایسی مجلسوں میں شریک ہوئے تھے مگر یہ بھی ثابت ہے کہ جب انہیں اس کی مضرت معلوم ہوگئی تو اس سے کنارہ کش ہوگئے، مشہور مشائخ نے اس سماع اور اس سے تعلق رکھنے والوں کی مذمت کی ہے، چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ ابوالبیان وغیرہما نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

امام شافعی کا یہ کہنا کہ یہ چیز زندیقوں نے ایجاد کی ہے، بالکل صحیح ہے یہ قول ایک ایسے امام کا ہے جو اصول اسلام سے پوری طرح باخبر ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس سماع کی طرف شروع میں انہیں لوگوں نے دعوت دی تھی جو زندیق یقین کیے جاتے تھے، مثلاً ابن راوندی، فارابی اور ابن سینا وغیرہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے سماع کے بارے میں ابن راوندی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ (سماع کے معاملے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض اسے مکروہ بتاتے ہیں بعض مباح قرار دیتے ہیں لیکن میں اسے واجب سمجھتا ہوں۔)

ابونصر فارابی موسیقی میں بہت ماہر تھا، اس فن کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس نے اپنا ایک علیحدہ طریقہ بھی ایجاد کیا تھا، ابن حمدان سے اس کا ایک واقعہ مشہور ہے، لکھا ہے کہ فارابی نے جب اپنی موسیقی شروع کی تو ابن حمدان اور ان کے ساتھی رونے لگے پھر سب ہنسنے

لگے' پھر سب سو گئے' انہیں سلا کر فارابی اپنی راہ چلا گیا۔

اہل سماع اور کواکب پرستوں میں اتحاد

ابن سینا نے اپنی اشارات میں مقامات عارفین میں بیان کرتے ہوئے سماع کی ترغیب دی ہے اور ظاہری صورتوں کے عشق میں وہ باتیں لکھی ہیں جو اس کے اسلاف کواکب پرست صائبین اور مشرکین کے طریقہ کے بالکل مطابق ہیں' مثلاً ارسطو اور اس کے یونانی متبعین' برقلس اور تھامسطوس اور سکندر افرودسی وغیرہم ارسطو سکندر بن فیلقوس کا وزیر تھا' یہ مقدونی شہنشاہ حضرت مسیح سے تقریباً تین سو سال پہلے گزرا ہے یہ ذوالقرنین نہیں ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے' اور جس نے سد بنائی تھی' ذوالقرنین اس اسکندر سے بہت پہلے گزر چکا ہے اس کی فتوحات خراسان وغیرہ ممالک تک پہنچی تھیں' سد ذوالقرنین تک وہ پہنچ نہیں سکا' ابن سینا کا فلسفہ دراصل اسی یونانی ارسطو کے فلسفہ سے ماخوذ ہے' البتہ اس نے اس میں جہمیہ وغیرہ مبتدع فرقوں کی قیل وقال بھی شامل کر دی ہے ملحد اسماعیلہ فرقہ کی بہت سی علمی اور عملی ضلالتیں بھی لے لی ہیں اور صوفیہ کے کلام کی اس میں آمیزش کر دی ہے' ابن سینا کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف اسماعیلہ' قرامطہ باطنیہ کی تعلیمات کا علمبردار ہے' اس کا خاندان دراصل مصر کے باطنی فرمانروا حاکم بامر اللہ کا پیرو تھا' اس خاندان کا مذہب وہی تھا جو رسائل اخوان الصفا کے مصنفوں اور ان کے ہم مشربوں کا تھا' یہ لوگ نہ مسلمان تھے' نہ عیسائی' نہ یہودی' بلکہ منافق تھے اور دنیا میں گمراہی عام کرنا چاہتے تھے۔

فارابی بھی ارسطو کی تعلیمات کا عالم تھا' مشائین کے طریقہ کی طرف دعوت دیتا تھا اور معلوم ہے ان لوگوں کے اصول میں گانا بھی داخل ہے ان جماعتوں میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جو اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے گانے بجانے کو ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حاملین قرآن اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل میں اتحاد

لیکن جماعت حنفاء' ابراہیم خلیل کی ملت کے پیرو' دین اسلام پر ایمان رکھنے والے کہ جس کے سوا کوئی دوسرا دین اللہ قبول نہیں کرے گا' اور محمد ﷺ خاتم النبین کی شریعت کے

عامل، تو ان میں سے کوئی ایک بھی اس قسم کے سماع میں نہ رغبت رکھتا ہے اور نہ اس کی دعوت دیتا ہے یہی لوگ اہل قرآن ہیں ایمان وہدایت رشد وسعادت صلاح وفلاح سے شادکام ہیں انہیں میں معرفت علم، یقین اخلاص ہے یہی لوگ اللہ سے محبت کرتے، اس پر توکل رکھتے، اس کے خشیت سے لرزاں رہتے اور اسکی طرف رجوع کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ بعض محبتِ سے ناآشنا اس قسم کے سماع میں شریک ہوئے ہیں کیونکہ اس سے ان کے قلوب کو تحریک ہوئی تھی لیکن یہ ان کی غلطی تھی، وہ اس کے نقصان اور مضر نتیجہ سے بے خبر تھے، ان کی مثال ٹھیک ان مومن فقہاء کی سی ہے جو مخالف اسلام فلسفہ میں داخل ہو گئے اور یقین کر بیٹھے کہ وہ حق ہے اور دین کے موافق ہے، حالانکہ وہ اس کی حقیقت سے بے خبر اور اس کی مضرتوں سے ناواقف تھے، اس طرح کی غلطیاں تعجب انگیز نہیں، کیونکہ علم، قول، عمل، ذوق، تجربہ کے ساتھ حقائق دین کے قیام سے اکثر لوگ عاجز رہ جاتے ہیں اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔

ہدایت کی اصلی اور وحید راہ، کتاب وسنت کا مضبوطی کے ساتھ تمسک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت ودین حق کے اسی لئے بھیجا ہے کہ تمام دینوں اور طریقوں پر اسے غالب کردیا جائے، چنانچہ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا تم پر اپنی
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ	نعمت تمام کردی اور تمہارے لیے اسلام کا
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	دین ہونا پسند کرلیا۔

(المائدہ: ۳)

اور فرمایا

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا	یہ ہے میری راہ سیدھی، پس اسی پر چلو دوسری
فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ	راہوں پر نہ چلو ورنہ تم اللہ کی راہ سے بھٹک
بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام: ۱۵۳)	جاؤ گے۔

عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ہمارے زمین پر ایک خط کھینچا پھر اس کے دائیں بائیں کئی خط کھینچے اور سیدھے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ وَهٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ

یعنی یہ اللہ کی راہ ہے اور دائیں بائیں جو راہیں ہیں ان میں سے ہر ایک راہ پر شیطان بیٹھا ہے اور اس طرف مخلوق کو بلا رہا ہے پھر یہ آیت تلاوت کی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ.

جو کوئی بھی حقائق دین، احوال قلوب اس کے معارف، اذواق، مواجید کا ذرا بھی علم رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ گانا بجانا سننے سے اگر قلب کو کوئی نفع حاصل ہوتا ہے تو اس سے کہیں زیادہ مضرات وضلالت بھی پیدا ہو جاتی ہے، یہ چیز روح پر وہی اثر کرتی ہے جو شراب جسم پر کرتی ہے بلکہ سریلی آواز طبلہ کی تھاپ کا نشہ بنت العنب کے نشہ سے کہیں زیادہ سخت ہوتا ہے۔

قوالوں کے ساتھ شیطان کس طرح کھیلتا ہے

یہی باعث ہے کہ سماع کے عادی اس میں وہ لذت پاتے ہیں جو شرابیوں کو بادہ او رمینا میں، حاصل نہیں ہوتی، شراب سے زیادہ سماع لوگوں کو ذکر الٰہی یعنی نماز سے باز رکھتا ہے، شراب سے زیادہ ان میں عداوت پیدا کر دیتا ہے حتی کہ وہ ایک دوسرے کو قتل بھی کر ڈالتے ہیں کبھی یہ قتل ہاتھ سے واقع نہیں ہوتا بلکہ شیطانی احوال کے ذریعہ صادر ہوتا ہے شیطان ان پر نازل ہوتے ہیں ان میں حلول کر جاتے ہیں، ان کی زبانیں گفتگو کے لئے کھول دیتے ہیں کبھی وہ ترکی، فارسی، وغیرہ زبانوں میں باتیں کرنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ عرب ہوتے ہیں اور ان زبانوں سے ہرگز واقف نہیں ہوتے اور کبھی عربی میں باتیں کرنے لگتے ہیں مگر ایسی باتیں کہ ان کے معنی کچھ سمجھ میں نہیں آتے اہل مکاشفہ ان کے امور کا تجربہ ومشاہدہ رکھتے ہیں۔

یہ لوگ شریعت سے خارج ہونے پر بھی آگ میں گھس جاتے ہیں اور جلتے نہیں، وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کے اندر حلول کئے ہوتے ہیں اور ان کے اجسام کا احساس زائل کر دیتے ہیں، صرع کے مریض جس طرح کسی تکلیف کو محسوس نہیں کرتے کیونکہ احساس سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی آگ کی گرمی اور سختی محسوس نہیں کرتے، شیطان انہیں کبھی آگ گھسا لے جاتے ہیں کبھی ہوا میں اڑاتے پھرتے ہیں، ایسی حالت میں ان لوگوں پر صرع

کے مریضوں کی طرح ایک بے خودی سی طاری ہو جاتی ہے' مغرب اقصیٰ میں ایک خاص جماعت ایسے ہی لوگوں کی موجود ہے شیطان ان کے اندر حلول کئے رہتے ہیں اور ان سے ایسے عجیب کام کراتے ہیں کہ سماع کے یہ شیدائی بھی ویسے نہیں کر سکتے یہ واقعہ ہے کہ جنات' انسانوں کو اٹھالے جاتے ہیں' نظروں سے غائب کر دیتے ہیں' ہوا میں اڑائے پھرتے ہیں ہمیں اس قسم کے امور کا بہت تجربہ ہو چکا ہے مگر اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

شعبدات کا ظہور' قبولیت کی دلیل نہیں

یہ نام نہاد صوفی بھی جب گانے بجانے پر وجد میں آ جاتے ہیں تو کبھی آگ میں گھس پڑتے ہیں کبھی ہوا میں پرواز کرنے لگتے ہیں کبھی کبھی آگ میں لال کیے ہوئے لوہے اپنے اجسام پر رکھ لیتے ہیں' غرض کہ اسی قسم کے بہت سے کام کر گزرتے ہیں لیکن اس طرح کے احوال ان پر نہ نماز میں طاری ہوتے ہیں نہ تلاوت قرآن کے دوران میں' وجہ ظاہر ہے' یہ عبادتیں شرعی ایمانی اسلامی' نبوی' محمدی عبادتیں ہیں اور شیطانوں کو دفع کر دیتی ہیں' برخلاف ان کے وہ عبادتیں بدعیہ' شرکیہ' شیطانیہ' فلسفیانیہ عبادتیں ہیں اور شیطانوں کو جمع کر لیتی ہیں۔

غرضکہ مومن کے پیش نظر ہمیشہ یہ حقیقت رہنی چاہیے کہ نبی ﷺ نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو جنت سے دور کرتی ہے اور اسے بیان نہ کر دیا ہو اور کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو جہنم سے قریب کرتی ہے اور اسے کھول کر بیان نہ کر دیا ہو۔ اگر اس سماع میں کوئی بھی مصلحت ہوتی تو ضرور اللہ اور اس کے رسول نے بیان کر دی ہوتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا پس دین کامل ہو چکا اور ہدایت کی نعمت تمام ہو چکی ہے' اب کسی نئی عبادت کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا' اور بالفرض اگر سماع میں کسی کو اپنے قلب کے لئے کوئی نفع محسوس بھی ہو اور کتاب اللہ اور سنت اللہ سے اس کی سند نہ ملے تو اس جانب ہرگز التفات نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ فقیہ پر لازم ہے کہ جو قیاس کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اسے نظر انداز کر دے کیونکہ وہ محض نفس اور شیطان کا ایک دھوکہ ہے۔

فصل :۱

مسئلہ سماع کی بحث کا فیصلہ تین اصول یا قواعد پر موقوف ہے' یہ قواعد ایمان وسلوک کے اہم ترین قواعد میں سے ہیں' جو کوئی اپنا مسلک ان قواعد پر استوار نہیں کرتا تو یقین کرنا چاہیے کہ اس کے مسلک کی عمارت ٹھوس بنیادوں پر نہیں بلکہ ریگ پر قائم ہے اور ہر لحہ گر جانے والی ہے۔

پہلا قاعدہ

ذوق' حال' وجد' اصل ہے یا کوئی دوسری چیز اصل ہے؟ ذوق وحال اور وجد حاکم ہے' یا وہ کسی دوسرے حاکم کا محکوم ہے؟ یہ بات صاف نہ ہونے کی وجہ سے بکثرت آدمی گمراہی میں پڑ گئے۔ نام نہاد صوفیوں کی گمراہی ہی اصلاً جہل سے پیدا ہوئی ہے۔ انہوں نے ذوق وحال کو حاکم قرار دے رکھا ہے حسن وقبح اور صحیح وفاسد کی تمیز کا اسے پیمانہ بنا رکھا ہے۔ اسے حق وباطل کے مابین تصور کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب وسنت سے دور جا پڑے اور اس سے اعراض کرنے لگے۔

انہوں نے علم اور نصوص کو اصل قرار نہیں دیا' بلکہ اذواق ومواجید کو حاکم مان کر ان کے تابع فرمان ہو گئے' نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا' فساد کا بازار گرم ہو گیا' ایمان کے آثار مٹ گئے صحیح وحقیقی سلوک کی راہیں گم ہو گئیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ ریاضتوں' مجاہدوں اور زہد میں اس لئے داخل ہوئے تھے کہ نفس کی خواہشوں اور شہوات سے آزاد ہو جائیں' لیکن ہوا یہ کہ وہ معمولی خواہشوں سے نکل کر سخت ترین خواہشوں میں مبتلا ہو گئے ادنیٰ شہوات سے کٹ کر شدید شہوات کا شکار ہو گئے' حالانکہ ان خود ساختہ ریاضتوں اور مجاہدوں میں پڑنے سے پہلے ان کی حالت بہتر تھی' جن خواہشوں میں وہ مبتلا تھے' ان کا معاملہ بہر حال ان نئی خواہشوں کی طرح سخت نہ تھا' ان خواہشوں کو انہوں نے نہ علم کے مدمقابل کھڑا کیا تھا' نہ نصوص پر انہیں ترجیح دی تھی' نہ انہیں اطاعت ودین قرار دیا تھا' بلکہ ان کی برائی کے قائل تھے اور ان کی وجہ سے غضب الٰہی سے

لرزاں وترساں رہتے تھے۔

لیکن اپنی خودساختہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد جن نئی خواہشوں سے دوچار ہوئے' انہیں انہوں نے برا نہیں سمجھا بلکہ الٹے عبادت وطاعت تصور کر کے بے دھڑک ان کے بندے بن گئے اور مراد الٰہی سے بالکل غافل ہو گئے انہوں نے ایک لذت نفس سے کنارہ کشی کی' مگر اس سے زیادہ سخت نئی لذت نفس میں مبتلا ہو گئے ایک خواہش چھوڑ دی اور دوسری سے آلودہ ہو گئے' عقلمند آدمی اگر اپنے نفس اور دوسروں کے حالات پر غور کرے تو اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ بندے کی جو بات بھی حکم الٰہی کے خلاف ہے عام اس سے کہ یہ مخالف ذوق میں ہو یا ظاہری صورت میں ہو' تو وہ بات دراصل اس کے نفس کی خواہش اور شہوت ہے' جو کوئی اپنی کسی ایسی بات کو حکم الٰہی پر ترجیح دیتا ہے تو وہ اس آدمی سے کہیں زیادہ بدتر ہے' جو اپنے قصور کا معترف اور اپنے گناہ کا قائل ہے جانتا ہے کہ گناہ کر رہا ہے یقین کر رہا ہے کہ امر الٰہی کا اتباع زیادہ اولیٰ ہے' سمجھتا ہے کہ اس گناہ پر توبہ واجب ہے۔

دوسرا قاعدہ

جب کسی فعل یا حال یا ذوق کے بارے میں سوال پیدا ہو کہ صحیح ہے یا فاسد' حق ہے یا باطل' تو ایسی صورت میں اُسے حجت ودلیل کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے نزدیک مقبول حجت وہی ہے جو خود اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے ماخوذ ہے جو کوئی اس اصل پر استوار نہیں اس کا علم اور اس کا سلوک بکواس اور بے فائدہ ہے۔

تیسرا قاعدہ

جب کبھی عالم یا سالک کو کسی چیز میں شبہہ پڑ جائے کہ وہ مباح ہے یا حرام ہے' تو اس کے نتیجہ' غرض' اور ثمرہ پر غور کرے' اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے مضرت وفساد کا قوی احتمال ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ شارع نے ہرگز ہرگز اس کا حکم نہیں دیا ہوگا اور نہ اسے مباح قرار دیا ہوگا بلکہ یقین کر لینا چاہیے کہ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے' خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ

وہ چیز انسان کو اس جانب لے جانے والی ہو جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مکروہ و مبغوض ہے، حکیم وخبیر اللہ نے سوئی کے سر برابر بھی شراب کو حرام کر دیا ہے، کیونکہ اس سے شراب خواری کی ترغیب ہوسکتی ہے، اور شراب خواری محرمات کے ارتکاب کا سبب ہوتی ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہی حکیم وخبیر گانے بجانے کو مباح قرار دے گا، حالانکہ وہ شراب سے زیادہ محرمات کی طرف ترغیب دینے والا ہے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ گانا زنا کا افسون ہے، یہ صحیح ہے اور مشاہدہ اس کی تائید کرتا ہے جس نوعمر کو بھی اس کا شوق ہوگیا، بگڑ گیا جس عورت کو بھی اس کی چاٹ پڑ گئی آوارہ گئی۔ جس جوان اور بوڑھے نے اس کی مزاولت رکھی حرام میں مبتلا ہو گیا، یہ مشاہدہ ہے اور اکثر آدمی اس کی تائید کر سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر چیز کی حقیقت و ماہیت پر غور کرنا چاہیے، پھر اس کی حلت، کراہت یا اباحت کا فیصلہ کرنا چاہیے، گانا ایک اسم ہے اور اس کا اطلاق بہت سی چیزوں پر ہوتا ہے، ایک گانا حاجیوں کا ہے، اس میں وہ کعبہ زمزم اور مقام ابراہیم وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں، ظاہر ہے ایسے گانے سننا جائز ہے، ایک گانا مجاہدین کا ہے اس میں وہ جہاد وشہادت کا ذکر کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے، اسی طرح اونٹوں کے سامنے حدی خوانوں کا گانا ہے یہ بھی جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سنا اور اپنے حدی خوان سے فرمایا (اونٹوں پر شیشے ہیں آہستہ آہستہ چلا) اونٹوں پر عورتیں سوار تھیں جنہیں آپ نے شیشوں سے تشبیہ دی، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں کہا ہے۔

وَفِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهُ   اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

''ہم میں اللہ کا رسول موجود ہے اور اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے دن کی روشنی میں''۔

يَبِيْتُ يُجَافِيَ جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ   اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

''راتوں کو اس کے پہلو بستر سے نا آشنا ہوتے ہیں جبکہ مشرکین پاؤں پھیلاتے ہوئے سوتے ہیں''۔

اَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا   بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنْ مَا قَالَ وَاقِعُ

''گمراہی کے بعد اس نے ہمیں ہدایت دکھا دی لہذا ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ اس کا قول پورا ہو کر رہے گا''۔

ظاہر ہے ایسے گانے کا سننا مباح ہے۔ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے اہل صفہ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک تلاوت کر رہا ہے اور باقی سب سن رہے ہیں۔ آپ بھی ان کے حلقے میں بیٹھ گئے اور سننے لگے۔

فصل: ۲

شیخ الاسلام نے ایک دوسری جگہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ علماء نے آلات طرب سے خالی گانے پر بھی بحث کی ہے کہ وہ حرام ہے یا مکروہ ہے یا مباح ہے؟ اصحاب احمد سے اس بارے میں تین قول مروی ہیں' امام شافعیؒ سے دو قول روایت کئے جاتے ہیں' ابو حنیفہؒ اور مالکؒ سے اس میں کوئی اختلاف مذکور نہیں' ابو عبدالرحمٰن سلمی اور ابو القاسم قسیری نے امام مالکؒ اور اہل مدینہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایسے گانے کو جائز سمجھتے تھے مگر یہ غلط ہے' یہ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوئی کہ مدینہ کے بعض لوگ ایسے گانے میں شریک ہوا کرتے تھے' مگر یہ فعل عوام کا تھا' ان کے ائمہ وفقہاء کا یہ مشرب نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اس بارے میں اصل یہ ہے کہ جب گانے بجانے یا کسی اور فعل کو طاعت وقربت وعبادت بتایا جائے تو ثبوت میں کوئی دلیل شرعی پیش کرنی چاہیے اسی طرح جب اسے حرام یا غیر حرام کہا جائے تو اس کے لئے بھی دلیل شرعی پیش کرنی چاہیے کیونکہ حرام وہی ہے جسے اللہ نے حرام گردانا ہے اور حلال وہی جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس بات پر مشرکین کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے دین میں ایسی باتیں داخل کر دی تھیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی تھی' اور ایسی باتوں کو حرام قرار دیدیا تھا جنہیں اللہ نے حرام قرار نہیں دیا تھا چنانچہ فرمایا۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ: ۲۱)

کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

اور فرمایا:

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَا اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا الخ (الاعراف: ۲۸)

جب وہ کوئی بدکاری کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

چند اولیاء کرام کے ملفوظات

ابوسلیمان دارانیؒ

ابوسلیمان دارانی کا قول ہے' صوفیوں کا کوئی نکتہ میرے سامنے آتا ہے تو میں اسے اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک دو شاہد عدل یعنی کتاب وسنت سے اس کی تصدیق حاصل نہیں کر لیتا' نیز انہیں کا قول ہے اگر کسی کے دل میں کوئی بھلائی آئے تو اس وقت تک اس پر عمل نہ کرے جب تک کسی حدیث سے اس کی تصدیق نہ کر لے' اگر ایسی کوئی حدیث مل جائے ''نور علی نور'' ہے۔

جنید بغدادیؒ

جنید بغدادی کا مقولہ ہے' ہمارا یہ علم (یعنی تصوف) کتاب وسنت سے مقید ہے' جس کسی نے قرآن نہیں پڑھا ہے اور حدیث نہیں لکھی ہے (یعنی علم حدیث حاصل نہیں کیا ہے) اس کے لئے ہمارے علم میں گفتگو کرنا روا نہیں۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ

سہل بن عبداللہ تستری کا قول ہے' جس حال اور وجد کی تصدیق کتاب اور سنت سے حاصل نہ ہو وہ باطل ہے' اور کہا جو کام تقلید میں کیا جاتا ہے نفس پر عذاب بن جاتا ہے اور جو فعل تقلید کی راہ سے نہیں کیا جاتا نفس کی مسرت بخشتا ہے۔

ابوعثمان نیشاپوریؒ۔

ابوعثمان نیشاپوری کا قول ہے' جس نے قول وفعل پر سنت کو حاکم بنایا اس کا قول حکیمانہ ہوگا۔اور جس نے خواہشات کو حاکم بنایا' اس کی بات بدعت ہوگی۔

ابوفرج بن جوزیؒ۔

ابوفرج بن جوزی کا قول ہے' گانے میں دو مضرتیں جمع ہیں' ایک طرف تو وہ قلب کو عظمت الٰہی میں تفکر سے روکتا ہے اور اس کی خدمت سے باز رکھتا ہے' دوسری طرف قلب کو مادی لذتوں کی تحصیل کی طرف راغب کرتا ہے' اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ تمام مادی لذتیں حاصل کر لی جائیں اور معلوم ہے مادی لذتوں میں سب سے زیادہ قوی لذت مرد اور عورت کے اختلاط کی لذت ہے مگر یہ لذت اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب اس میں تجدد ہوتا رہے' اور ظاہر ہے حلال طریقہ پر تجدد ممکن نہیں' لہذا گانا زنا کی ترغیب دیتا ہے گانے اور زنا میں گہری مناسبت ہے گانا روح کی لذت ہے اور زنا نفس کی سب سے بڑی لذت ہے۔

فصل:۳

امام ابوحنیفہؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ایک دوسرے مقام فرماتے ہیں:

''ابوحنیفہ' مالک' اور سفیان ثوری وغیرہم آئمہ کی نظر میں یہ چیز امام شافع اور امام احمد سے زیادہ مکروہ اور ممنوع ہے''۔

پھر مشہور صالحین میں سے کوئی بھی گانے بجانے میں کبھی شریک نہیں ہوا چنانچہ ابراہیم بن ادہمؒ فضیل بن عیاض' معروف کرخیؒ سری السقطیؒ ابوسلیمان دارانیؒ وغیرہم میں سے کوئی بھی ایسی کسی مجلس میں نہیں بیٹھا' اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیخ عدی' ابوالبیان' شیخ حیاۃ وغیرہم مشائخ بھی اس سے ہمیشہ دور ہی رہے بلکہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے امثال مشائخ کی کتابوں میں اس کی مخالفت ملتی ہے۔

بلاشبہ بعض مشائخ نے اس میں شرکت کی ہے' لیکن انہوں نے بھی اسے طرح طرح کی بندشوں سے مقید کر دیا ہے' مثلاً کہا ہے' جگہ ایسی ہونی چاہیے احباب ایسے ہونے چاہئیں' شیخ ایسا ہونے چاہیے مگر ان مشائخ میں سے اکثر نے آخر عمر میں اس سے توبہ اور کنارہ کشی کر لی تھی' چنانچہ جنید بغدادی جوانی میں سماع کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے' لیکن آخر عمر میں اس سے بالکل کنارہ کش ہو گئے' خود انہیں کا قول ہے' جو کوئی قصد وارادہ سماع میں شرکت کرتا ہے' فتنہ میں پڑ جاتا ہے' اور جو کوئی اتفاقیہ اسے سن لیتا ہے راحت حاصل کرتا ہے۔

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قصد وارادہ کے ساتھ گانا سننا مذموم ہے لیکن اتفاقیہ سن لینے میں کوئی حرج نہیں' اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تمام گانے یکساں نہیں ہیں' حتی کہ وہ اشعار جن میں محبت' وصل' فراق' شوق بے اعتنائی وغیرہ باتوں کا ذکر ہے' ان کے معنی بھی ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں اور ہر کوئی انہیں اپنے ذوق کے مطابق سمجھ سکتا ہے' ان اشعار میں اللہ سے محبت کرنے والے بتوں سے محبت کرنے والے دوستوں سے محبت کرنے والے وطن سے محبت کرنے والے' عورتوں سے محبت کرنے والے' لڑکوں سے محبت کرنے والے' سب اپنے حسب حال مطلب دیکھ سکتے ہیں' ان سے کبھی مومن ایسے اشعار کو سنے گا ہی نہیں جن کے غلط معنی بھی نکل سکتے ہوں۔ قلب میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا جذبہ مشتعل ہو سکتا ہے۔ مومن ایسے اشعار کو سنے گا ہی نہیں جن کے غلط معنی بھی نکل سکتے ہوں۔

لیکن ان کی مضرت نفع سے زیادہ ہی ہے' ٹھیک اس طرح جس طرح شراب اور قمار میں لوگوں کے لئے بعض فائدے ہیں' مگر ان کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے' اسی لئے شریعت نے ان کی اجازت نہیں دی' اور یہ اس لئے کہ شریعت راجح مصلحت ہی کا لحاظ کرتی ہے' جس چیز میں مصلحت کا امکان قوی ہوتا ہے' شریعت اسے مستحسن رکھتی ہے' لیکن جس میں نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی' اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص پانچ درہم چوری کرے' پھر دو درہم خیرات کر ڈالے تو خیرات کرنا اگرچہ نیکی کا کام ہے مگر اس کی وجہ سے چوری مباح قرار نہیں دی جا سکتی یہی حال سماع کا ہے اس میں کبھی کوئی نفع ہو سکتا ہے' مگر اس کی مضرت بہر حال نفع سے زیادہ ہی ہے' یہ نفس میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے' جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں جب اس کی چاٹ پڑ جاتی ہے تو آدمی کو قرآن کی تلاوت سماع میں

لذت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ کبھی قرآن سے بیزاری بھی پیدا ہو جاتی ہے اس کا سماع نفس کے لئے بارگراں بن جاتا ہے، نفرت ہو جاتی ہے، جس طرح توراۃ و انجیل اور اہل کتاب و صابئین کے علوم کی تحصیل طبیعت پر گراں ہوتی ہے، اسی طرح گانے بجانے کے دلدادہ کے لئے کبھی قرآن کی تلاوت و سماع میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے اس چیز کی یہی مضرت کیا کم ہے کہ آدمی کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے شغف باقی نہیں رہتا؟

چونکہ سماع سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جسے اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ پسند کرتا ہے بلکہ بسا اوقات اس سے وہ بات حاصل ہوتی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے، بلکہ اس سے نفرت رکھتا ہے، اسی لئے سماع کا حکم نہ اللہ نے دیا، نہ اس کے رسول نے، نہ سلف صالح نے، نہ صالح مشائخ نے۔

نفس پر آواز کا اثر واقعات و حالات کے اختلاف سے ہوا کرتا ہے کبھی مسرت پیدا ہوتی ہے، کبھی غم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کبھی طیش آ جاتا ہے، کبھی کوئی اور جذبہ بھڑک اٹھتا ہے، اچھی آواز بھی انسان کو اسی طرح مست کر دیتی ہے، جس طرح شراب سے مستی پیدا ہو جاتی ہے، مستی کے معنی یہ ہیں کہ نفس پر لذت اس درجہ حاوی ہو جائے کہ عقل باقی نہ رہے ظاہر ہے ایسی لذت، جس کی موجودگی میں عقل و فہم غائب ہو جائے کوئی نفع نہیں پہونچا سکتی، بلکہ اس لئے مضر ہوتی ہے، ذکر الٰہی اور نماز سے غافل کر دیتی ہے عداوت اور پھوٹ پیدا کر دیا کرتی ہے۔

فصل: ۴

حرمت رقص کے بارے میں

رہا رقص ناچ، تو اس کی اجازت نہ اللہ نے دی ہے نہ رسول ﷺ نے، نہ کسی امام نے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا — زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ (لقمان: ۱۸)

رقص بھی 'مرح' ہی کی ایک قسم ہے

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَاقْصِدْ فِی مَشْیِکَ (لقمان:۱۹) اپنی چال میں میانہ روی ملحوظ رکھو۔

اور فرمایا:۔۔۔۔۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا ۝ رحمٰن کے بندے جو زمین پر سہولت سے چلتے یعنی متانت وقار سے چلتے ہیں۔

(الفرقان: ۶۳)

مسلمانوں کی عبادت رکوع سجود ہے رقص نہیں ہے' رقص کی کبھی کسی نے اجازت نہیں دی' بلکہ نماز تک میں متانت و وقار برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے' اگر انسان پر کبھی کوئی ایسی کیفیت طاری ہو جائے جو اسے معتدل و مشروع حالت سے خارج کر دے تو دیکھنا چاہیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ اگر سبب شروع و مباح ہو' مثلاً قرآن کریم کے سماع سے اس پر حال وجد طاری ہو جائے تو اسے معذور سمجھا جائے گا لیکن جو کوئی غیر مشروع اسباب پیدا کر کے اپنے نفس پر ایسی کیفیت طاری کر لیتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ وہ ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جائے گا تو اسے معذور تصور نہیں کیا جائے گا' اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو یہ جان کر بھی کہ شراب اسے مست کر دے گی' شراب پی لیتا ہے' اب اگر وہ اس حالت میں کوئی حرکت کر گذرے اور اپنے نشہ کا عذر پیش کرے تو ظاہر ہے اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا۔

اس قسم کے فاسد احوال رکھنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک واقعی ان میں مبتلا ہوتے ہیں' تو وہ بدعتی اور گمراہ ہیں' دوسرے محض تصنع سے کرتے ہیں اور دکھاوے کے لئے اچھلتے کودتے ہیں' تو یہ منافق اور گمراہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

حامیان سماع کے بعض دلائل اور ان کی فرداً فرداً تردید

جو لوگ سماع کو مباح قرار دیتے ہیں ان کے دلائل بالاختصار حسب ذیل ہیں:

۱ گانا ایک پر لطف چیز ہے' نفس کو اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور آرام ملتا ہے' چنانچہ شیر خوار بچے تک اچھی آواز غور سے سنتے ہیں بلکہ بعض بچے اس وقت تک سوتے ہی نہیں جب تک انہیں لوری نہ دی جائے حتیٰ کہ اونٹ بھی اچھی آواز سن کر مست ہو جاتے ہیں اور لمبے سفر پوری تیز رفتاری کے ساتھ طے کر جاتے ہیں۔

۲ اچھی آواز اللہ کی ایک نعمت اور انسان کی خلقت میں ایک اضافہ ہے' چنانچہ قرآن میں ہے۔

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَايَشَاءُ ۝ پیدائش میں جتنی چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔

۳ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے یں خبر دی ہے کہ وہاں مسرت حاصل کریں گے' مسرت سے مراد لذیذ سماع ہے' اگر سماع جنت میں جائز ہے تو دنیا میں کیونکر حرام ہو سکتا ہے۔

۴ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بات کی بھی ویسی اجازت نہیں دی جیسی خوش الحان نبی کی آواز سننے کی اجازت دی ہے' جب وہ قرآن کو گا کر پڑھے گا' یعنی اللہ خود اسے سنتا ہے۔

۵ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت نبی ﷺ نے سنی اور ان کی خوش الحانی کی تعریف کی' نیز فرمایا تھا اسے آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار بخش دیا گیا ہے' اس کے جواب میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اور بھی زیادہ خوش الحانی سے پڑھتا۔

۶ نبی ﷺ نے فرمایا ہے' قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو اور سنوارو' اور فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو گا کر نہیں پڑھتا۔

۷ نبی ﷺ نے عید کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لڑکیوں کا گانا سننے دیا اور جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں منع کیا تو فرمایا' گانے دو کیونکہ سب کے یہاں عید ہوتی

ہے اور آج ہم مسلمانوں کی عید ہے۔

۸ نبی ﷺ نے شادی کی تقریبوں میں گانے کی اجازت دی ہے اور اسے (لہو) کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۹ نبی ﷺ نے حدی خوانوں کا گانا سنا اور اس کی اجازت دی ہے۔

۱۰ نبی ﷺ نے صحابہ کی زبان سے اشعار سنے ہیں، جنگ خندق میں آپ کے سامنے یہ رجز پڑھتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

"ہم نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے کہ ہمیشہ زندگی بھر جہاد کرتے رہیں گے"۔

۱۱ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک شخص آپ کے سامنے یہ رجز پڑھتا تھا۔

۱۲ خیبر سے واپسی پر حدی خوان آپ کے سامنے یہ شعر گاتا تھا۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

"بخدا اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ہدایت بھی نہ پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے"۔

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

"پس اے اپنی سکینت ہم پر نازل کر اور مقابلہ کے وقت ہمیں ثابت قدم کر دے"۔

اَنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

"دشمنوں نے ہم پر زیادتی کی ہے، وہ ہمیں امتحان میں ڈالنا چاہیں گے تو ہم انکار کر دیں گے"۔

آپ نے یہ شعر سن کر شاعر کے حق میں دعا کی

۱۳ آپ نے کعب بن زہیر کا قصیدہ سنا اور اسے پسند کیا تھا۔

۱۴ آپ نے اسود بن سریع سے وہ قصائد سنے جن میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی ہے، نیز امیہ بن ابی الصلت کے سو قافئے سنے ہیں نیز اعشیٰ نے اپنا کلام سنایا تو آپ نے سن لیا۔

۱۵ آپ نے لبید کے اس شعر کی تصدیق کی ہے۔

اَلا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلاَ اللّٰهِ بَاطِلٌ وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

''بے شک اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے، ہر نعمت لامحالہ زائل ہو جانے والی ہے''۔

۱۶ حضرت حسان رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کی تھی کہ روح القدس ان کی مدد کرے، جب تک وہ آپ کی مدافعت میں ہوں، ان کے اشعار آپ کو پسند تھے اور فرماتے تھے مشرکین کی ہجو کر روح القدس تیرے ساتھ ہے۔

۱۷ حضرت عائشہؓ نے ابو کثیر ہذلی کا یہ قول پڑھا!

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اُسْرَةِ وَجْهِهٖ بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

''جب تم اس کے چہرے کو دیکھو تو وہ بجلی کی طرح چمکتا ہے''۔

پھر کہنے لگیں! آپ اس وصف کے زیادہ مستحق ہیں، اس پر آپ خوش ہو گئے۔

۱۸ ان کا دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر اور اہل مدینہ نے سماع کی اجازت دی ہے اور فلاں فلاں ولی اللہ اسکی مجلسوں میں شریک ہوئے ہیں لہٰذا جو لوگ اسے حرام قرار دیتے ہیں وہ درحقیقت ان بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔

۱۹ تمام علماء نے بالا جماع فیصلہ کیا ہے کہ خوش الحان پرندوں کی آواز سننا مباح ہے، ظاہر ہے آدمی کی آواز سننا بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا، یا کم از کم اس کی اباحت اسی درجہ کی ہوگی جس درجہ کی اباحت پرندوں کی آواز کی ہے، سماعت کے وقت آدمی کی روح اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اگر محبوب حرام ہے تو بلاشبہ سماع اسے حرام کے ارتکاب پر مائل کر دے گا اور اس صورت میں سماع اس کے حق میں حرام ہوگا، لیکن اگر محبوب حلال ہے تو سماع بھی اس کے حق میں حلال ہوگا، لیکن اگر اس کا محبوب خود اللہ تعالیٰ ہے تو ظاہر ہے سماع اس کے حق میں عبادت واطاعت بن جائے گا، کیونکہ وہ قلب میں رحمانی محبت کا شعلہ بھڑکائے گا اور اسے اللہ کی طرف راغب کر دے گا۔

۲۰ اچھی آواز سے لطف اٹھانا، بالکل ویسا ہی ہے جیسا اچھے منظر اور اچھی بو سے لطف اٹھانا، اگر کانوں سے اچھی آواز سننا جائز نہیں، تو پھر آنکھوں سے اچھا نظارہ دیکھنا اور ناک سے اچھی بو سونگھنا بھی جائز نہ ہوگا، اور ظاہر ہے آج تک کسی نے یہ بات نہیں کہی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مذکورہ الصدر بیان ان میں وجوہ پر کافی روشنی پڑ چکی ہے' یہ وجوہ درحقیقت مغالطہ سے خالی نہیں' اصل مبحث سے ان کا علاقہ قوی نہیں' کسی چیز کا محض لذیذ ہونا نہ اس کی حلت کی دلیل بن سکتا ہے نہ حرمت کی' یہ استدلال ایسا ہی ہے کہ کوئی زنا کو حلال قرار دے اور دلیل یہ پیش کرے کہ زنا میں نفس کے لئے لذت موجود ہے' کوئی طبع سلیم بھی اس کی لذت سے انکار نہیں کرسکتی' مگر محض لذت تسلیم کرلینے سے خود زنا' حلال قرار نہیں پا سکتا۔

اکثر محرمات میں کوئی نہ کوئی لذت ضرور موجود ہے کیا مزامیر میں نفس کو لذت حاصل نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے مگر ساتھ ہی واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مزامیر کو حرام قرار دیا ہے' جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تمام اہل علم مزامیر کی حرمت پر متفق ہیں' ابن الصلاح نے تو دف اور سارنگی پر گانے کی حرمت پر بھی علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔

اونٹوں اور بچوں کو اگر اچھی آواز سننے سے حظ ہوتا ہے تو یہ کوئی شرعی استدلال نہیں بن سکتا' اس سے بھی زیادہ عجیب دلیل ان حضرات کی یہ ہے کہ اچھی آواز اللہ ہی نے پیدا کی ہے' اور وہ اس کی نعمت ہے' لہٰذا اس سے لطف اندوز ہونا مباح ہے' اگر یہ اصول صحیح تسلیم کرلیا جائے تو کیا اچھی صورت بھی اللہ ہی نے نہیں پیدا کی؟ کیا حسن بھی اللہ کی ایک نعمت نہیں؟ تو پھر کیا ہر حسین صورت سے لطف اٹھانا علی الاطلاق مباح تسلیم کرلیا جائے گا؟ یہ مذہب تو اباحی لوگوں ہی کا ہوسکتا ہے۔ جن کی نظر میں ہر لذیذ چیز سے متمتع ہونا جائز ہے۔

اسی طرح اگر اللہ نے گدھے کی آواز کی مذمت کی ہے تو کیا اس سے طلبہ ورباب پر گانا جائز ثابت ہوسکتا ہے؟ اس مضحکہ خیز استدلال سے بھی زیادہ مضحکہ انگیز استدلال یہ ہے کہ جنت میں جنتی گانا سنیں گے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جنت میں جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس دنیا میں جائز ہے' جنت میں شراب پی جائے گی' ریشم پہنا جائے گا' سونے چاندی کے برتن استعمال کئے جائیں گے' مرد بھی زیور سے آراستہ ہوں گے' تو کیا یہ سب باتیں اس دنیا میں بھی روا ہیں' کیونکہ جنت میں روا ہوں گی۔

نوٹ: یہ جنت میں شراب' ریشم اور سونے چاندی کی برتنوں کا استعمال کا ردعمل یہ نہیں ہوگا جو اس دنیا میں انسان کی نفسیات پر غالب ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ دنیا میں ان چیزوں کی حرمت دلیل شرعی سے ثابت ہوچکی ہے' اس لئے

انہیں برتنا روانہیں، مگر سماع کی حرمت دلیل شرعی سے ثابت نہیں' اس لئے اس کا حکم دوسرا ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال دوسرا ہے مگر اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جنت میں سماع کے جواز سے دنیا میں سماع کے جواز پر تمہارا استدلال غلط تھا۔ تمہارا یہ کہنا کہ سماع کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں مجمل بات ہے سماع سے تمہاری مراد کیا ہے؟ گانے سے تمہاری غرض کونسا گانا ہے؟ یہ اس لئے کہ بعض سماع اور گانے حرام ہیں' بعض مباح ہیں' بعض مکروہ ہیں' بعض مستحب ہیں' بلکہ بعض واجب بھی ہیں' تم پہلے کوئی ایک قسم متعین کرو تو اس کا حکم بیان کیا جائے۔

اگر تم کہو ان قصاید کا جن میں اللہ کی' اس کے رسول ﷺ' اس کی کتاب کی تعریف کی گئی ہے اور جن میں اس کے دشمنوں کی ہجو کی گئی ہے' تو ہمارا جواب یہ ہو گا کہ ایسے قصائد کا سماع جائز ہے۔ مسلمان ہمیشہ انہیں سنتے' ان کی روایت کرتے' اور انہیں پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں۔ خود رسول ﷺ نے بھی انہیں سنا ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کی ان پر تعریف کی ہے۔

درحقیقت انہی قصائد نے شیطانی سماع کے دلدادوں کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ان اشعار کا سننا جائز ہے تو تمام اشعار کا سننا بھی جائز ہے۔ لیکن یہ غلطی ہے کہاں وہ قصائد جنہیں رسول ﷺ نے سنا تھا اور کہاں تمہارے یہ اشعار جن کے سماع میں تقریباً ایک سو مضرتیں موجود ہیں۔

اسی طرح ان لوگوں کا یہ استدلال بھی غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اچھی آواز پسند فرمائی تھی' جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اس غلط استدلال سے کام لے کر انھوں نے عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی آواز اور طبلہ و سارنگی پر گانے کو مباح سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے اشعار اور گانوں میں محبوب کے قد' دہن' سینے کے ابھار اور پتلی کمر' پرفسوں آنکھوں' لمبے کالے بالوں' جوانی کی بہار' نازک گلابی رخساروں' وصل' بے پروائی' ظلم فراق' عتاب' شوق' قلق' غرضیکہ اس قسم کی باتوں کا ذکر ہوتا ہے جو قلب کو شراب کے نشے سے بھی زیادہ بگاڑ دیتی ہیں' کہاں ایک دن کا ناپائیدار نشہ' اور کہاں حقیقی محبت کا دائمی رد عمل جس کا متوالا اگر ہوشیار ہوتا ہے تو ہلاک ہو چکنے کے بعد بھی ہوشیار ہوتا ہے' سماع کا نشہ معلوم ہے

شراب کے نشے سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔اس سے انکار کرنا ذوق واحساس سے انکار کرنا اور حقیقت کو جھٹلانا ہے۔اگر طبیب مریض کو معمولی بدپرہیزیوں سے منع کرتا ہے تو ظاہر ہے بڑی بدپرہیزیوں کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یہ کہنا اور بھی مضحکہ انگیز ہے کہ فلاں فلاں ولی اللہ نے ایسا کیا ہے اور اگر یہ صحیح ہو تو جو دوسرے بکثرت اولیاء نے اس کی مذمت بھی کی ہے ایک ولی اللہ دوسری ولی اللہ پر اعتراض کرسکتا ہے۔ اولیاء اللہ میں باہم جنگ بھی ہو چکی ہے۔ جنگ صفین میں جب طرفین کی فوجیں بڑھیں تو لوگوں نے کہا جنتی جنتیوں سے لڑنے چلے ہیں! اگر ولی اللہ کسی مکروہ یا ممنوع فعل کا مرتکب ہو تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ایسے ہفوات سے ولی اللہ اپنی ولایت سے محروم نہیں ہو جاتا۔ پھر یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اولیاء سلف میں سے کسی نے بھی ایسے بدعتی سماع میں شرکت کی جو دلوں کو شدید ترین فتنوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

نوٹ: ولی اللہ ہوتا ہی وہی ہے' جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا پابند ہو۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

فصل:۵

شیخ الاسلامؒ نے ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ اسحاق ابن موسیٰ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا اہل مدینہ کس قسم کے گانے کو مباح سمجھتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: یہ فعل ہمارے یہاں صرف فاسق ہی کرتے ہیں' امام مالکؒ کی یہ تصریح ان کے مذہب کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے۔

بعض لوگوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا ہے کہ انہوں نے ستار یا سارنگی سے شغل کیا ہے یہ ایک سخت تہمت ہے اور جاہلوں کی ایجاد کردہ ہے یہ میں نے اس لیے بیان کر دیا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی اور محمد بن طاہر مقدسی نے اس باب میں بکثرت حکایات وآثار نقل کیے ہیں۔ جو لوگ علم صحیح اور احوال سلف سے واقف نہیں ہیں وہ ان کی تحریروں سے دھوکے میں پڑ سکتے ہیں۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی میں نیکی' زہد' دین اور تصوف تھا' مگر وہ اپنی کتابوں میں اپنے مقصود کے مطابق تمام غث وثمین روایتیں جمع کر گئے ہیں' چنانچہ ان کی کتابوں میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو دین میں نفع پہونچا سکتی ہیں اور ایسی باتیں بھی ہیں جو ناواقفوں کے لیے مضر ہیں۔ بعض اہل علم نے ان کی روایت قبول کرنے میں تامل بھی کیا ہے حتی کہ بیہقی جب ان سے روایت کرتے تھے تو تصریح کر دیا کرتے تھے۔ یہ ابوعبدالرحمٰن نے ہی اپنے اصل سماع سے سنایا ہے۔ محمد بن طاہر مقدسی اچھے محدث تھے۔ اور حدیث رجال حدیث سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ مگر اکثر متاخرین اہل حدیث واہل زہد کی طرح وہ بھی ہر غث وثمین کو جمع کر دیا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک جو دوسرے مقام پر مسئلہ سماع کے متعلق احادیث وآثار جمع کرنے والوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

اکثر متاخرین اہل حدیث واہل زہد واہل فقہ واہل تصوف کی عادت ہے کہ جب وہ کسی مسئلے میں کوئی کتاب لکھتے ہیں تو اس میں بلا امتیاز غث وثمین سب کچھ درج کر جاتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے مہینوں' وقتوں' اعمال' عبادات' فضائل اشخاص وغیرہ مباحث پر کتابیں لکھی ہیں ان کا یہی حال ہے اسی طرح بعض لوگوں نے رجب وغیرہ کے روزے' خاص خاص دنوں کی نمازوں' مثلاً اتوار کی نماز' دوشنبہ کی نماز سہ شنبہ کی نماز' رجب کے پہلے جمعہ کی نماز' نصف شعبان کی نماز' عیدین کی دونوں راتوں کی شب بیداری' یوم عاشورہ کی نماز وغیرہ امور پر رسائل اور کتابیں لکھی ہیں حالانکہ ان کی درج کردہ احادیث بالاتفاق اہل حدیث' موضوع اور جھوٹی ہیں۔

رجب کے روزے کی نسبت سب سے زیادہ مستند حدیث وہ ہے جو ابن ماجہ نے روایت کی ہے مگر اس میں صاف وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے روزے سے منع فرمایا ہے نیز ثابت ہے' کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رجب کے مہینے میں روزہ رکھنے والوں کو اپنے درے سے مارتے تھے۔ اور انہیں روزہ افطار کرنے پر مجبور کر دیا کرتے تھے فرماتے تھے رجب کو رمضان کے مشابہ نہ بناؤ۔

مذکورہ بالا نمازوں کے بارے میں سب سے بہتر حدیث وہ ہے جو صلاۃ تسبیح کے متعلق

وارد ہے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس کے بموجب فتوے نہیں دیا بلکہ امام احمد نے اس کی تضعیف کی ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

ابن مبارک سے اس نماز کے متعلق ایک ایسا قول مروی ہے جس سے وہ فرض نماز کے درجے میں آ جاتی ہے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ تمام آ ثار واحادیث موضوع اور سراسر کذب و بہتان ہیں، حالانکہ انہیں ابوطالب، ابوحامد، شیخ عبدالقادر، ابوالقاسم بن عساکر، ابوحفص بن شاہین، عبدالعزیز کنانی، ابوعلی بن بناء، ابوالفضل بن ناصر وغیرہم نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے ابوالفرج بن جوزی نے بھی اسی قسم کی بعض احادیث اپنی کتاب فضائل شہور میں روایت کی ہیں، مگر اپنی کتاب موضوعات میں صاف تصریح کر دی ہے کہ وہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔

فصل: ٦

عقائد واعمال میں معیار صحت

مقصود اس تفصیل سے یہ ہے کہ سلف صالح اور ائمہ سے جو آ ثار نقل کیے جاتے ہیں۔ انہیں آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لینا چاہیے بلکہ ان کی تحقیق ضروری ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح معقولات ونظریات میں کیا جاتا ہے اسی طرح اذواق ومواجید و مکاشفات و مخاطبات میں بھی تحقیق و تدقیق ضروری ہے کیونکہ ان تینوں صنفوں، منقولات، معقولات، مواجید میں حق بھی ہوتا ہے۔ اور باطل بھی لہٰذا دونوں کی تمیز وتفریق لازمی ہے۔ اس کا معیار یہ ہے کہ جو چیز کتاب اللہ اور صحیح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ اصحابہ کے مطابق ہو وہ حق ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے قرآن میں ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۝ (النساء: ۵۹)	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اولی الامر کی۔

فصل: ۷

جو کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء ناچ رنگ میں شرکت کرتے اور اس سے محبت ورغبت رکھتے تھے۔ سو وہ کذاب ومفتری ہے۔ بلکہ شیطان ایسی مجلسوں میں شریک ہوتے اور ان کے دلدادوں پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ طبرانی وغیرہ نے ابن عباس سے یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے۔ کہ شیطان نے کہا اے رب! میرے لیے ایک گھر خاص کر دے۔ اللہ نے فرمایا تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے کہا میرے لیے ایک قرآن بنا دے (قرآن کے لفظی معنی ہیں ہر وہ کلام جو بار بار پڑھا جائے) فرمایا تیرا قرآن شعر ہے اس نے کہا میرے لیے ایک موذن مقرر کر دے۔ فرمایا تیرا موذن مزمار ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ (الاسراء: ۶۴)	تو اپنی آواز سے جسے ہلا سکتا ہے ہلا اور اپنے لاؤ لشکر سے ان پر یورش کر۔

شیطان کی آواز کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ گانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا:

اِنَّمَا نُهِيتُ عَنْ صَوْتَيْنِ اَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ صَوْتِ لَهْوٍ وَّلَعِبٍ وَّمَزَامِيرِ الشَّيْطٰنِ وَصَوْتِ لَطْمِ خُدُوْدٍ وَّشَقِّ جُيُوْبٍ وَدُعَاءٍ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ○	مجھے دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کر دیا گیا ہے۔ لہو ولعب اور مزامیر شیطان کی آواز اور منہ پیٹنے گریبان پھاڑنے اور جاہلیت کے نعروں کی آواز۔

اہل مکاشفات میں سے بہتوں کو یہ کشف ہو چکا ہے کہ گانے بجانے کی مجلسوں میں شیطان موجود رہتے ہیں۔ شیطان اہل مجلس میں سے بعض پر مسلط ہو جاتے ہیں اور انہیں شیطانی وجد میں مبتلا کر دیتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض حاضرین کے سروں پر بھی ناچنے لگتے ہیں۔ بعض اہل کشف مشائخ نے تو یہاں تک دیکھ لیا کہ شیطان نے انہیں اٹھا لیا اور انہیں لے کر ناچنے لگا۔ پھر اس نے زور سے چیخ ماری اور بھاگ گیا اور یہ گر پڑے۔

ان امور میں ایسے اسرار و حقائق پنہاں ہیں کہ ان کا ادراک و مشاہدہ صرف ایمانی بصیرت اور ایقانی مشاہدہ رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں لیکن جو کوئی شریعت کی پابندی کرتا اور بدعتی راستوں سے دور رہتا ہے تو اگرچہ وہ ان اسرار و حقائق سے واقف نہ ہو ہدایت یاب ہوتا اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا مالک بن جاتا ہے۔ اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو رہنما کے پیچھے مکہ کو جاتا ہے۔ وہ شخص اگرچہ راستہ اور اس کے پیچ وخم سے ناواقف ہوتا ہے۔ لیکن ہر جگہ پانی اور کھانا پاتا اور منزل مقصود پر شاد کام پہنچ ہی جاتا ہے۔ لیکن جو کوئی سچے راہ نما کے پیچھے نہیں چلتا تو وہ راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔ یا ہلاک ہو جاتا ہے اور یا ایک مدت پریشان رہنے کے بعد پھر راستہ پر آ جاتا ہے سچا راہ نما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بشیر ونذیر، سراج منیر اور صراط مستقیم کا ہادی بنا کر بھیجا ہے۔

شیطان کے آثار جاہلانہ سماع کے دلدادوں پر ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ منہ سے کف اڑتا ہے اور مکروہ چیخیں بلند ہونے لگتی ہیں ٹھیک ان لوگوں کی طرح جن پر مرگی کا دورہ ہوتا ہے اور جنہیں شیطان پچھاڑ ڈالتا ہے۔ نیز ان کے جذبات میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے شیطان کی مراد کے مطابق ان پر جوش طاری ہو جاتا ہے کبھی مذموم شہوت زور باندھتی ہے کبھی غصہ سے بے خود ہو جاتے ہیں۔ کبھی مظلوم پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں کبھی منہ پیٹتے اور گریبان

چاک کر لیتے ہیں۔کبھی نامرادوں کی سی چیخیں مارتے ہیں۔غرض کہ اس قسم کے شیطانی آثار ظاہر ہوا کرتے ہیں۔شراب کے متوالوں کی طرح مضرب کی آواز کے متوالے بھی ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں۔نماز سے بیزار ہو جاتے ہیں۔قرآن کی حلاوت انہیں اچھی نہیں معلوم ہوتی اس کے معانی کے فہم اور اس کی پیروی سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔

اس طرح یہ لوگ ان لوگوں کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں جو لہو و لعب خرید کر اللہ کی راہ سے خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔پھر ان میں بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور اپنے شیطانی احوال کے ذریعہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہے۔ٹھیک اسی طرح جس طرح بعضوں کی نظر آدمی کو قتل کر ڈالتی ہے اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب یہ اپنے شیطانی احوال سے کسی کو قتل کریں تو ان سے قصاص لینا چاہیے کیونکہ وہ قاتل و ظالم ہیں۔

یہی حال کافر بدعتی اور ظالم فقرا کا بھی ہے ان میں بھی کبھی مشرکین و اہل کتاب کی طرح زہد و عبادت پائی جاتی ہے۔بے دین خوارج کا بھی یہی حال تھا۔ان کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلاَتَهُ مَعَ صَلاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ وَقِرَاءَتَهُ مَعَ قِرَاءَتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ٥	تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے۔اپنے روزوں اور اپنے قرأت کو ان کے روزوں اور قرأت کے سامنے بے حقیقت خیال کرو گے وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔

اس تمام روحانی فساد پر بھی کبھی باطنی احوال ان لوگوں کو حاصل ہو جاتے ہیں۔باطنی اقتدار کا معاملہ ظاہری اقتدار کی طرح ہے جس طرح ظاہری قوت و اقتدار مومن و کافر سب کو حاصل ہو سکتا ہے۔اسی طرح باطنی اقتدار بھی سب حاصل کر سکتے ہیں۔لیکن اولیاء اللہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور پرہیز گاری ان کا شعار ہے۔

ظاہری و باطنی قوت و اقتدار ولایت کے لیے لازم نہیں ہے کبھی ولی اللہ کو یہ دونوں

اقتدار حاصل ہوتے ہیں اور کبھی وہ کمزور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے۔ اسی طرح کبھی دشمن اللہ کمزور ہوتا ہے اور کبھی طاقت ور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے لے، کبھی کفار کو مومنین پر غلبہ بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو کئی مرتبہ مغلوب ہو جانا پڑا تھا لیکن نتیجہ ہمیشہ متقین ہی کے حق میں بہتر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الاَشْهَادُ (المومن: ۵۱)	بے شک ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی مدد کریں گے دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی۔

جب مسلمان کمزور ہوتے ہیں اور دشمن ان پر غالب ہوتا ہے تو اس کی وجہ خود مسلمانوں کے اپنے قصور اور گناہ ہوتے ہیں یا تو واجبات کی ادائیگی میں ظاہراً و باطناً کوتاہی کرتے ہیں اور ظاہری و باطنی آپس کی عداوت انہیں کمزور کر ڈالتی ہے۔ قرآن میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا (آل عمران: ۱۵۵)	مقابلہ کے دن تم میں سے جنہوں نے پیٹھ پھیر دی تھی۔ انہیں تھوڑے سے نفع پر شیطان نے بھٹکا دیا تھا۔

اور فرمایا:

اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (آل عمران: ۶۵)	جب تم پر مصیبت پڑی تو تم نے کہا یہ کہاں سے آئی۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہدے یہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں آئی ہے۔

اور فرمایا:۔۔۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ	اور اللہ انہیں نصرت دے گا جو اسے نصرت دیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں استحکام دے دیں تو نماز قائم کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے۔ نیکی کا حکم

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج: ۴۰:۴۱) دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔ تمام معاملات کا نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

فصل: ۸

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ تالیاں بجانا' گانا' ڈھول بجانا' بانسریاں بجانا' ایسی مجلسوں میں شریک ہونا اور اسے عبادت و دین سمجھنا اسلام سے نہیں ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے نہ آپ کے خلفاء نے روا رکھا ہے نہ مسلمانوں کے کسی امام نے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔ دینداروں میں سے کسی نے بھی کبھی یہ فعل نہیں کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ صحابہ کے زمانہ میں نہ تابعین کے زمانہ نہ تبع تابعین کے زمانہ میں بلکہ خیر القرون میں کوئی مسلمان بھی اس قسم کے سماع میں کبھی شریک نہیں ہوا نہ حجاز میں نہ شام میں نہ یمن میں' نہ عراق میں' نہ خراسان میں' نہ مغرب میں' نہ مصر میں' بلکہ یہ چیز سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ تیسری صدی میں یہ ایجاد کی گی اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت فرمایا: بغداد میں میں ایک ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے۔

فصل: ۹

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص سمع و رقص کو پسند کرتا ہے۔ دوسرے شخص نے اسے اس فعل سے منع کیا۔ اس پر اس نے حسب ذیل شعر کہے۔ شرعاً ایسے آدمی کا حکم کیا ہے؟

انکروا رقصا وقالوا حرام
فعليكم من اجل ذاك سلام

''انہوں نے رقص کو ناپسند کیا اور کہنے لگے حرام ہے۔ اسی لیے ہمارا بس ان کو سلام ہے۔''

اعبد الله يا فقيه وصل
والزم الشرع فالسماع حرام

''اے فقیہ! اللہ کی عبادت کر نماز پڑھ اور شریعت کی پابندی کر' کیونکہ سماع حرام ہے۔''

بل حرام علیک لم حلال
عند قوم احوالهم لاکلام

''بے شک تیرے لیے حرام ہے' مگر ان لوگوں کے لیے جو خاص احوال رکھتے ہیں اور جن کے احوال قابل ملامت نہیں۔''

مثل قوم صفوا وبان لهم من
جانب الطور جذوة و کلام

''ان لوگوں کی طرح وہ ہیں جو پاک ہو گئے ہیں۔ اور جن کے لیے طور کے پہلو سے روشنی اور کلام ظاہر ہوا تھا۔''

فاذا قوبل السماع بلهو
فحرام على الجميع حرام

''اگر یہ سماع لہولعب کے مقابلہ میں رکھا جائے تو بے شک سب کے لیے حرام ہے۔''

شیخ الاسلام نے جواب دیا:

الحمدللہ رب العالمین ان اشعار میں بہت بری بات کہی گئی اور جھوٹ بولا گیا ہے۔ ان کا آغاز شریعت کی مخالفت سے ہوتا ہے اور آخر زندیقیت اور الحاد کا دروازہ کھولنے والا ہے ان میں اس جماعت کے لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے جنہوں نے آگ دیکھی تھی اور جن سے طور پر سے اللہ تعالیٰ نے باتیں کی تھیں۔ یہ محض شاعری نہیں ہے بلکہ اس گروہ کا خیال ہی یہی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اپنی خودساختہ ریاضتوں کے ذریعہ وہ اس درجہ پر پہنچ سکتے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ ان سے ہم کلام ہونے لگے گا۔

اور ایسے لوگ حقیقت میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں اپنی خرافات شامل کر کے دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور شیطان کی مدد کرتے ہیں۔

بعض اہل سماع کا دعویٰ اللہ سے ہم کلام ہونے کا گروہ میں تین قسم کے لوگ ہیں

۱۔ ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ کر اللہ ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہی اعتقاد وحدۃ الوجود کا مذہب رکھنے والوں کا بھی ہے۔ مثلاً مصنف فصوص

وغیرہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ انبیاء سے بڑھ کر ہیں اور یہ کہ ان سے اللہ کا کلام۔ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہوتا ہے! ظاہر ہے ان لوگوں کا کفر یہود و نصاریٰ سے کہیں زیادہ سخت ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ ہی انبیاء کو باقی تمام آدمیوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ وہ بعض انبیاء کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔

۲۔ دوسرے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ ان سے بالکل اسی طرح باتیں کرتا ہے جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کی تھیں۔ یہی خیال فلاسفہ اور ان کے صوفیوں کا بھی ہے یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام محض ایک فیض تھا جو عقل نعال کی طرف سے ان کے قلب پر جاری ہو گیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام افضل تھے مگر ریاضت کر کے آدمی وہ خطاب سننے لگ جاتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا۔ اگرچہ خطاب کے اصلی مخاطب صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ مشکاۃ الانوار میں یہی لکھا ہے اور دوسرے بہت سے لوگوں کا بھی یہی خیال ہے۔

شاعر کا یہ کہنا کہ: اے فقیہ! تو شریعت کی پابندی کر اور نماز پڑھ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ تم لوگ شریعت کو مانو رہ گئے ہم لوگ تم ہمارا راستہ شریعت کے علاوہ کوئی اور ہے۔ جس شخص کا دعویٰ یہ ہو کہ رضوان الٰہی اور ثواب الٰہی تک پہنچنے کا شریعت کے ماسوا دوسرا طریقہ ہے تو وہ کافر ہے تو اس سے توبہ کرانی چاہیے اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دینی چاہیے۔

ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ بندہ رسولوں کی پیروی کے بغیر بھی اللہ تک پہونچ سکتا ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ خواص اولیاء اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اسی طرح مستغنی ہیں جس طرح خضر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے مستغنی تھے۔ لیکن یہ ان کی جہالت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر کے لیے مبعوث نہیں کیے گئے تھے اور ان کی پیروی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ہر انسان پر واجب ہے پھر خضر کا معاملہ، موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مخالف نہیں بلکہ موافق تھا۔ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان اسباب سے ناواقف تھے۔ جنہوں نے خضر کے افعال مباح بنا دیئے تھے۔ لیکن جب وہ اسباب ظاہر ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ خضر کے افعال ان کے شریعت کے مطابق ہیں نہ کہ مخالف۔